ماہنامہ ''اشراق''، ممبئ (انڈیا) کا آغاز

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور خاص عنایت سے ماہنامہ ''اشراق''، ممبئ (انڈیا) کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس کی اشاعت کا اہتمام ''المورد ہند'' نے کیا ہے۔ ادارت کی ذمہ داری معروف دینی اسکالر جناب محمد ذکوان ندوی صاحب نے سنبھالی ہے اور جناب اکبرالزماں، جناب شاداب ہاشمی، جناب محمد عظیم اصلاحی، جناب مشفق سلطان، جناب محمد اسجد اور جناب توفیق احمد خان نے انتظامی اور ادارتی معاونت کی خدمات پیش کی ہیں۔ یہ تمام احباب اس پرعزم کاوش پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ماہنامہ ''اشراق'' لاہور (پاکستان) کے تمام رفقا ان کا خیرمقدم کرتے ہیں۔ ان کی کامیابی کے لیے دعا گو ہیں اور دعوت دین کی خدمت میں ان کے شانہ بہ شانہ کام کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ المورد کی تحریک کو اگر اللہ کی مدد اور توفیق اسی طرح حاصل رہی تو ان شاء اللہ:

اس دور میں سرمایۂ اربابِ نظر بھی
اب ہو گا فراہی کا دبستاں، کوئی دن اور

قارئین کے تعارف کے لیے ماہنامہ ''اشراق''، ممبئ کے ابتدائی شمارے کا اداریہ ''المورد ہند'' کے شکریے کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔

—— سید منظور الحسن

ماہنامہ ''اشراق''، ممبئ (انڈیا) کے ابتدائی شمارے کا اداریہ

قارئین محترم!

الحمدللہ، المورد، ہند (ممبئ) کی جانب سے شائع ہونے والے ماہ نامہ ''اشراق'' کا پہلا شمارہ (نومبر ۲۰۱۷ء) شائع ہو چکا ہے۔ المورد ایک علمی، دعوتی اور تعلیمی ادارہ ہے۔ اِس کا مقصد اسلام میں ہرگز کسی نئے گروہ اور کسی نئے 'مذہبی تحرب' کا اضافہ کرنا نہیں۔ المورد کا اولین ہدف 'تفقه في الدين' کے عمل کو مطلوب نہج پر قائم کرنا ہے تاکہ امت کے درمیان

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

فرقہ دارانہ تعصّبات، گروہی عصبیت، متشددانہ سرگرمی اور سیاست کی حریفانہ کش مکش سے الگ رہ کر، خالص قرآن وسنت کی اساس پر دین حق کی دعوت کا فروغ اور اُس کا اِحیا ممکن ہو سکے۔ چنانچہ اس ادارے کا بنیادی مقصد ہے ــــــ تمام ممکن ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اسلامی علوم سے متعلق علمی اور تحقیقی کام، پرامن انداز میں وسیع پیمانے پر اُس کی نشرواشاعت اور اُس کے مطابق، لوگوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام۔

ادارہ المورد کے سرپرست معروف اسلامی اسکالر استاذ جاوید احمد غامدی ہیں۔ راقم، استاذ کے تلامذہ ومستفیدین میں سے ہے۔ استاذِ محترم نے میری کسی طلب اور درخواست کے بغیر اپنی صواب دید سے بہ طورِ خود راقم کو ماہ نامہ اشراق، ہند کا مدیر مقرر کیا ہے۔ جولائی ۲۰۱۷ء میں، جب کہ میں دبئی میں تھا، المورد، ہند کی طرف سے ایک فون اور پھر ایک خط کے ذریعے سے مجھ کو اِس فیصلے کی اطلاع دی گئی۔

تاہم میں نے المورد کے ذمے داروں سے کہا کہ ابھی میں اِس سلسلے میں کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ استخارہ ومشورے کے بعد ہی شاید میں کوئی فیصلہ کرسکوں۔ اسی حال میں وقت گزرتا گیا۔ بالآخر، المورد، ہند کے ایک رفیق نے اِس سکوت کو توڑ کر مجھے اِس کے لیے رضامند ہونے پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے کہا ــــــ 'اشراق'، ہند کا پہلا شمارہ نومبر ۲۰۱۷ء میں شائع ہوگا۔ آپ کو تین دن کے اندر اُس کا اداریہ لکھ کر دینا ہے!

تاہم مجھ جیسے آدمی کے لیے یہ خبر ایک دھماکے سے کم نہ تھی۔ بالآخر میں نے کسی طرح اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنی تمام تر نااہلی اور بے بضاعتی کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا اور علمی ودعوتی ارتقا کے جذبے کے تحت اِس ذمے داری کو اٹھانے کے لیے تیار ہوگیا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، حدیث کے الفاظ میں، یہ سب کچھ کسی 'اِشرافِ نفس' کے بغیر پیش آیا تھا، اِس لیے مجھے یہ خدا کی طرف سے ہونے والا ایک معاملہ نظر آیا؛ چنانچہ استخارہ ومشورہ اور غوروفکر کے بعد اِس پر انشراح ہوگیا۔ مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ علمی اور دعوتی مصروفیت ہمارے لیے 'خیر کثیر' کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو قبول کرے، اِس میں برکت دے اور اِس کے لیے علم وعمل کی مطلوب صلاحیت سے بہرہ ور فرمائے۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح خدا نے ہمارے لیے اِس کام کا انتخاب فرمایا ہے، اُسی طرح اپنے فضل ورحمت سے وہ ضرور ہمارے عجز کی تلافی کا سامان پیدا کرے گا، اور مطلوب صلاحیت اور توفیق کے دروازے بھی وہ ہمارے لیے پوری طرح کھول

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

دے گا۔ خداوند ذوالجلال کی ذات سے یہی امید اور یقین اِس عاجز کا واحد سرمایہ ہے:

شاہاں چہ عجب، گر بنوازند گدا را

اپنے فکری اور دعوتی پس منظر کی بنا پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ المورد سے اپنے تعلق کا کچھ تذکرہ بھییہاں شامل کر دیا جائے۔ یہ اگرچہ علمی اور فکری سفر کی ایک طویل داستان ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ اُس کے بیان کا محل نہیں۔ تاہم اِسے مختصراً ذکر کر دینے کا موقع شاید یہی ہے:

پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے، نہ رہے

میری پیدایش ۱۹۷۵ء میں مشرقی یوپی (ہند) کے ایک شہر بہرائچ میں ہوئی۔ میں نے عربی تعلیم محسنِ علمی دارالعلوم ندوۃ العلما، لکھنؤ میں حاصل کی۔ اِس تعلیمی پس منظر کے بغیر شاید دین کا طالب علم بننا میرے لیے کسی بھی طرح ممکن نہ تھا۔ خدا کا فضل ہے کہ تعلیم کے دوران مسلسل طور پر مجھ کو جن حضرات کی سرپرستی اور رہنمائی حاصل رہی، اُن میں مولانا ابوالحسن علی ندوی (وفات: ۱۹۹۹ء)، ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی (وفات: ۲۰۰۶ء)، مولانا محمد رابع حسنی، مولانا واضح رشید ندوی اور ڈاکٹر سعید الرحمان الاعظمی نمایاں طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اِس موقع پر میرا دل اپنے تمام اساتذہ و محسنین کے لیے شکر و امتنان اور دعا و اعتراف کے جذبات سے لبریز ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اپنے طالب علمانہ ذوق کی بنا پر ابتدا ہی سے میں ایک متلاشی (seeker) انسان رہا ہوں۔ 'تراشیدم، پرستیدم، شکستم' کے مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد خالص ایک علمی اسکول کے طور پر فراہی اسکول سے میرا تعارف ہوا۔ فراہی اسکول امت کی علمی تاریخ میں اِس اصول پر کھڑا ہے کہ ــــ لفظ سے معنی پر صحیح استدلال کیا جائے، یعنی ''تدبر قرآن'' کے باب میں، دوسرے معاون علوم کے علاوہ، بنیادی طور پر اولین حیثیت قرآن کے متن کو دی جائے اور اِس کے لیے قرآن مجید کی زبان و بیان اور اُس کے اسلوب پر اِس طرح عبور حاصل کیا جائے کہ قرآن کے اصل مدعا تک پہنچنے میں، کم از کم اُس کی زبان آدمی کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔

مطالعے کے بعد معلوم ہوا کہ اِس وقت جاوید احمد غامدی (مقیم ملائشیا) فراہی اسکول کے ایک ممتاز عالم ہیں۔ چنانچہ میں نے اُن کی تقریر و تحریر سے استفادہ شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر ۲۰۱۴ء میں بذریعہ فون میری اُن سے براہِ راست گفتگو ہوئی۔ گفتگو کے دوران میں نے کہا کہ فہمِ قرآن کے باب میں، میں آپ سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ نہ صرف اِس کی اجازت دی، بلکہ فرمایا کہ: آپ کے لیے وقت

کی کوئی قید نہیں ہے۔ آپ جس وقت چاہیں، میں اِس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ اب تک کے اپنے مطالعے کے مطابق، قرآنیات کے باب میں، میں آپ کو فراہی اسکول کا سب سے بڑا عالم سمجھتا ہوں۔ میری بات سن کر استاذ نے کہا ـــــ اگر آپ پہلے ہی دن سے مجھ کو اِس مقام پر فائز کر دیں گے تو آپ کا علمی ارتقا رک جائے گا۔ بہتر ہوگا کہ آپ یہ طے کریں کہ ہم اور آپ، دونوں طالب علم ہیں۔ کچھ ہم آپ سے سیکھیں گے اور کچھ آپ مجھ سے۔ انھوں نے مزید کہا کہ علم ایک لامحدود چیز ہے۔ اِس میں کبھی کسی شخص کو 'عقلِ کُل' کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ علم ایک لامتناہی سفر ہے۔ موت تک حصولِ علم کا یہ سفر مسلسل طور پر جاری رہتا ہے۔

استاذ جاوید احمد غامدی کے اِس علمی اپروچ نے مجھ کو گہرے طور پر متاثر کیا۔ تاہم، برسبیلِ تذکرہ، یہاں میں یہ عرض کروں گا کہ، اپنے مزاج کے مطابق، اُن کے علم سے زیادہ جس چیز نے مجھے متاثر کیا، وہ اُن کا حسنِ طبیعت اور اُن کا حسنِ اخلاق ہے۔ یہ بات میں اپنے براہِ راست ذاتی تجربات (جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں) کی بنا پر کہہ رہا ہوں: ولا أزكّي على الله أحدا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

استاذ جاوید احمد غامدی قرآن مجید کی زبان و بیان کے ایک جید عالم ہیں۔ اِس کے علاوہ، دیگر متعلق علوم (تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ دین وغیرہ) کے اصل مصادر پر اُن کی عالمانہ اور ناقدانہ نظر ہے۔ امت کی علمی تاریخ میں وسیع المطالعہ افراد کی کمی نہیں رہی ہے۔ تاہم خالص قرآن و سنت کی روشنی میں اصولِ دین پر عالمانہ تبحر بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا ہے۔ میرے علم کے مطابق، غالباً یہی وہ چیز ہے جس میں دین کا ایک سچا طالب علم اُن سے بہت کچھ استفادہ کر سکتا ہے۔ علمی ذوق رکھنے والا ایک شخص استاذ جاوید احمد غامدی کی تفسیر ''البیان'' (۵ مجلدات) اور اُن کی کتاب ''میزان'' کے تقابلی مطالعے کے ذریعے، نیز ''میزان'' کے تدریسی خطبات (lectures) کو سن کر واضح طور پر مذکورہ حقیقت کو دریافت کر سکتا ہے۔

میرے علم کے مطابق، جاوید احمد غامدی غالباً وہ پہلے قابل ذکر عالم ہیں جنھوں نے صدیوں سے جاری اُس فرسودہ بحث کا علمی طور پر خاتمہ کر دیا ہے جس میں یہ سوال کیا جاتا تھا کہ ـــــ دین کا ماخذ قرآن ہے یا حدیث؟ اِس کے بجاے دین کے اصول و مبادی کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے لکھا کہ:

> ''دین کا تنہا ماخذ اِس زمین پر اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ والا صفات ہے۔ یہ صرف اُنھی کی ہستی ہے جس سے قیامت تک بنی آدم کو اُن کے پروردگار کی ہدایت میسر آسکتی ہے، اور یہ صرف اُنھی کا مقام ہے کہ اپنے قول و فعل اور تقریر و تصویب سے وہ جس چیز کو 'دین' قرار دیں، وہی اب رہتی دنیا تک دینِ حق قرار پائے۔'' (میزان ۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق کا 'تنہا ماخذ' قرار دے دینا، اپنے آپ میں اِس غیر علمی سوال کو ختم کر دیتا ہے کہ دین کا ماخذ قرآن ہے یا حدیث؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں اِس قسم کی تفریقی ڈائکاٹمی کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ دین کا ماخذ بلاشبہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آپ ہی سے ہم کو قرآن ملا اور آپ ہی کے ارشادات کا ذخیرہ ہے جس کو بعد کے زمانے میں 'حدیث' کا نام دیا گیا۔

اِس ذخیرۂ حدیث کے متعلق اصولی بحث کرتے ہوئے استاذ لکھتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کے اخبارِ آحاد جنھیں بالعموم ''حدیث'' کہا جاتا ہے، اِن کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ... دین سے متعلق جو چیزیں اِن (احادیث) میں آئی ہیں، وہ درحقیقت 'قرآن وسنت' میں محصور اسی (اصل) دین کی تفہیم وتبیین اور اس پر عمل کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان ہیں۔ حدیث کا دائرہ یہی ہے۔'' (میزان ۱۵)

اِن سطروں کے بعد حدیث کی اصولی اہمیت پر اِن الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے:

''البتہ اِس کی حجت ہر اُس شخص پر قائم ہو جاتی ہے جو اِس کی صحت پر مطمئن ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل یا تقریر وتصویب کی حیثیت سے اُسے قبول کر لیتا ہے۔ اِس سے انحراف پھر اُس شخص کے لیے جائز نہیں رہتا، بلکہ ضروری ہو جاتا ہے کہ آپ کا کوئی حکم یا فیصلہ اگر اِس میں بیان کیا گیا ہے تو اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا جائے۔'' (۱۵)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

استاذ جاوید احمد غامدی کی ایک قابلِ ذکر خصوصیت اُن کا اعتدال اور عالی ظرفی ہے۔ اپنے طلبا کو نقد و آزادی کا جس طرح کھلا موقع وہ فراہم کرتے ہیں، المورد کا ہر طالب علم اُس کا گواہ ہے۔ یہ ظاہرہ بلاشبہ ہماری 'مذہبی' تاریخ کا ایک انتہائی قابلِ قدر باب ہے۔ المورد گلوبل کی طرف سے تحریری طور پر نقد کی اِسی آزادی کے ساتھ مجھ کو ''اشراق'' ہند کی ادارات کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔ استاذِ محترم خود ہمیشہ اپنے آپ کو محض ایک طالب علم کہتے ہیں اور اپنے طلبا و متعلقین کو بھی بار بار اِسی بات کی تاکید و تلقین فرماتے ہیں۔

یہاں میں عرض کروں گا کہ جاوید احمد غامدی بلاشبہ معاصر دنیا میں اسلام کے ایک جید عالم ہیں اور اِسی کے ساتھ ایک انسان بھی، جس سے بہ ہر حال خطا وصواب، دونوں کا نہ صرف احتمال پایا جاتا ہے، بلکہ واقعات بتاتے ہیں کہ علمی میدان میں بار ہا اِس کا صدور بھی ہوا ہے۔ میرے علم کے مطابق، اُن کا مشن علم وعقل کی روشنی میں 'بتانِ جاہلیت' کو ڈھانا ہے، نہ کہ نئے عنوانات پر دوسرے کچھ 'بت' تراش لینا۔ اِسی بنا پر میں اپنے آپ کو استاذِ محترم کا صرف ایک

تلمیذ سمجھتا ہوں، نہ کہ پُراسرار معنوں میں اُن کا کوئی 'مرید'۔ میرے تجربے کے مطابق، اِس قسم کی 'اِرادت' کے لیے اُن کے یہاں کوئی جگہ نہیں۔ وہ صرف علم دین کے ایک معلم ہیں، نہ کہ کوئی پُراسرار 'مرشد'۔

ایک طالب علم کے لیے بلاشبہ ایک معلم اور رہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کوئی 'اعتقادی' چیز نہیں، بلکہ وہ ایک فطری ضرورت ہے۔ تاہم، جب اِسے اِس حد تک 'غیر مشروط اِسترشاد' کا درجہ دے دیا جائے کہ 'مرشد' سے جزوی علمی اختلاف بھی ایک غیر مطلوب چیز قرار پائے، تو بلاشبہ یہ معاملہ فطری ضرورت سے گزر کر ایک قسم کی سنگین برائی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اِس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ 'ذہنی تعذیب' کے اِس ماحول میں نہ صرف آدمی کا علمی ارتقا رک جاتا ہے، بلکہ عملاً وہی صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے جس کو 'کہنوت' یا 'گروڈم' کہا جاتا ہے، اور بلاشبہ اسلام میں اِس قسم کے 'گروڈم' کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منصبِ رسالت پر فائز ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی نسبت سے، 'غیر مشروط مرشد' جیسے الفاظ استعمال کرنے کے بجائے، اپنے آپ کو صرف ایک 'معلم' (بُعِثتُ مُعلّماً*) قرار دیا، یعنی عملاً وہی چیز جس کو مربی یا استاذ کہا جاتا ہے۔ مذکورہ حدیث سے 'عبارۃ النص' کے درجے میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'استاذ' یا 'معلم' کا لفظ ایک پیغمبرانہ لفظ ہے۔ اِس کے برعکس، 'گرو' اور 'غیر مشروط مرشد' جیسے الفاظ اِس معاملے میں ایک مبتدعانہ تعبیر کی حیثیت رکھتے ہیں، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اِس قسم کے مبتدعانہ تصورات کے ذریعے سے کبھی وہ مطلوب چیز پیدا نہیں کی جاسکتی جس کو 'اصلاح' یا 'تزکیۂ نفس' کہا جاتا ہے۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فکر فراہی، خدانخواستہ، کوئی الگ 'مذہب' یا 'فرقہ' نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فراہی مکتب فکر ایک علمی اسکول کا نام ہے۔ یہ اسلاف کی اُس قدیم روایت کا تسلسل ہے جس میں دین کے ماخذ پر براہِ راست نظر اور دین پر زندہ غور و فکر کے بغیر کسی شخص کو 'عالم' کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ علمی روایت 'اختلافِ رائے کے باوجود احترام' پر مبنی ہے۔ علمی روایت کے مطابق، فراہی اسکول امت کے دوسرے گروہوں کے ساتھ تعاون اور اعتراف پر مبنی ہے۔

فراہی اسکول اور اُس سے وابستہ اہلِ علم نے حدیث پر بھی کام کیا ہے اور فہم سنت کے اصول و مبادی بھی متعین کیے ہیں۔ تاہم اُن کا اصل امتیازی کام وہ ہے جو قرآن مجید کی نسبت سے انجام دیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر اِس کام کے دو پہلو ہیں: ایک کا تعلق قرآن کے علمی پہلو سے ہے اور دوسرے کا تعلق قرآن کے فکری پہلو سے۔

* سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني: ۳۵۹۳۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

علمی پہلو سے مراد قرآن کی تاریخ، اُس کی زبان و بیان اور اُس کی شرح و تفسیر ہے۔ یہ کام حمید الدین فراہی (وفات: ۱۹۳۰ء) کی ''مفردات القرآن''، ''اسالیب القرآن''، ''جمہرۃ البلاغۃ''، ''مجموعہ تفاسیر'' اور امین احسن اصلاحی (وفات: ۱۹۹۷ء) کی تفسیر ''تدبر قرآن'' (۹ مجلدات) اور جاوید احمد غامدی (پیدایش: ۱۹۵۱ء) کی تفسیر ''البیان'' (۵ مجلدات) کی صورت میں چھپ کر سامنے آچکا ہے۔ واضح رہے کہ استاذ جاوید احمد غامدی کی تفسیر ''البیان'' دوسرے ائمۂ علم کے علاوہ، حمید الدین فراہی اور اپنے استاذ امین احسن اصلاحی کے 'رشحاتِ فکر' سے اخذ و استفادہ بھی ہے اور اُس پر علمی نقد و اضافہ بھی۔

فکری پہلو سے مراد اصلاً یہاں قرآن مجید کو 'میزان اور فرقان' کی حیثیت سے پیش کرنا ہے، یعنی ایک ایسی کتاب جو حق و باطل میں امتیاز کے لیے میزانِ عدل اور قاطع برہان ہے۔ چنانچہ اب حق و باطل کے درمیان فرق معلوم کرنے کے لیے قرآن ہی کو کسوٹی اور معیار کا درجہ حاصل ہے۔ جو بات اِس معیار پر کھری ثابت ہوگی، وہ کھری ہے اور جو بات اِس معیار پر کھری ثابت نہ ہو سکے، وہ یقیناً کھوٹی ہے، وہ اِس قابل ہے کہ اُس کو رد کر دیا جائے۔ اِس معاملے کی وضاحت کرتے ہوئے استاذ جاوید احمد غامدی نے بجا طور پر لکھا ہے کہ:

> ''دین میں ہر چیز کے رد و قبول کا فیصلہ اِس (قرآن) کی آیاتِ بینات ہی کی روشنی میں ہوگا۔ ایمان و عقیدہ کی ہر بحث اِس سے شروع ہوگی اور اِسی پر ختم کر دی جائے گی۔ ہر وحی، ہر الہام، ہر القا، ہر تحقیق اور ہر رائے کو اِس کے تابع قرار دیا جائے گا اور اِس کے بارے میں یہ حقیقت تسلیم کی جائے گی کہ بو حنیفہ و شافعی، بخاری و مسلم، اشعری و ماتریدی اور جنید و شبلی، سب پر اِس کی حکومت قائم ہے اور اِس کے خلاف اِن میں سے کسی کی کوئی چیز بھی قبول نہیں کی جا سکتی۔'' (میزان ۲۵)

اِس موضوع کی مزید تفصیل، خاص طور پر، امین احسن اصلاحی کی کتاب ''مبادی تدبر قرآن'' (صفحہ ۲۲۴، مطبوعہ البلاغ پبلی کیشنز، نئی دہلی) اور جاوید احمد غامدی کی کتاب ''اصول و مبادی'' (صفحہ ۶۵، مطبوعہ 'المورد'، لاہور) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

آخر میں، میں اپنے قارئین محترم سے عرض کروں گا کہ آپ روایتی معنوں میں صرف ہمارے ایک قاری (reader) نہیں، بلکہ عملاً آپ حضرات ہمارے لیے انتہائی قابلِ قدر علمی اور دعوتی رفقا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نہ صرف امید، بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ اِحیاے علم و دعوت کے اِس مطلوب عمل میں آپ ہر طرح ہمارا تعاون فرمائیں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

گے۔ تاہم میرے نزدیک، آپ کا سب سے بڑا تعاون مادی تعاون (material support) نہیں، بلکہ علمی اور دعوتی تعاون ہے، یعنی قرآن وسنت کا سچا طالب علم بن کر اُس کے علمی اور عملی تقاضوں کو پورا کرنا، اُس کے احیا اور اس کے فروغ کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔ ہمارا اصل تعاون یہ نہیں ہے کہ آپ ہمارے مادی معاون بن جائیں، ہمارا اصل تعاون یہ ہے کہ آپ خود اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ اور اُس کے رسول کے حوالے کر دیں۔ یہی وقت کا سب سے بڑا تقاضا، یہی ہمارا مشن اور یہی قرآن کی دعوت ہے: 'یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ' (البقرہ ۲:۲۰۸)۔

۲۵ر اکتوبر ۲۰۱۷ء

—— محمد ذکوان ندوی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com